کیا خداشناسی کا سرچشمہ خوف ہے؟

رئیس العلماء آیۃ اللہ سید کاظم نقوی، سابق ڈین آف تھیالوجی ڈپارٹمنٹ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

یہ جدائی کیسی؟

جب کہ خوف خدا پر ایمان لانے کا سبب ہے تو ہم علت ومعلول کے اصول کے سامنے قرار پا جاتے ہیں۔ اس اصول کے خصوصیات یہاں موجود ہونا چاہئیں۔

خوف تمام زمانوں میں انسانیت کا ہمزاد رہا ہے۔ آج بھی اسے خوف سے چھٹکارا نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ نیچر کی طاقتوں پر انسان نے قابو پالیا ہو، لیکن انسان صرف انھی چیزوں سے تو خائف اور ہراساں نہیں تھا۔ برٹرنڈ رسل نے تصریح کی ہے کہ انسان خود اپنے نفسانی تقاضوں سے بھی ڈرتا ہے وہ جنسی خواہشوں کے تسلط سے ہی خائف ہے کہ کہیں اس کی جنسی خواہش اسے تباہ وبرباد نہ کردے۔ خیر، ہوسکتا ہے کہ غیرت ناموس اس تعلیم یافتہ اور روشن خیال دور میں ایک بے حقیقت چیز سمجھی جائے، جنسی خواہشوں کے تسلط سے آبروریزی بے معنیٰ قرار پائے، لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ یہی جنسی خواہش کا طوفان اور ہیجان انسان کو ایسا اندھا بنا دیتا ہے کہ وہ ہر طرح اس کو پورا کرنے پر تل جاتا ہے، اسے اس کی بھی پروا نہیں رہتی کہ اس کی صحت جواب دے دے گی۔ وہ انتہائی تکلیف دہ بیماریوں کا شکار ہوجائے گا۔

فرض کرلیجئے کہ انسان نے نیچر کو قابو میں کرلیا۔ خطرناک امراض کے علاج کا راستہ معلوم کرلیا ہے۔ وہ زمانے لد گئے جب وہ زلزلے سے، طوفان سے، آندھی سے ڈرتا تھا۔ بجلی اور بادل کی گرج سے اس کا دل دہلتا تھا۔ دق، سل، کینسر سے خائف تھا، لیکن کیا انسان، یہی طاقتور، مقتدر، واقف کار عقل کا پتلا، علم کا مجسمہ انسان جنگ سے بھی نہیں ڈرتا ہے؟ غالباً کسی دور میں جنگ سے انسان اتنا خائف نہ تھا جتنا آج خائف ہے۔ اگلے زمانے میں وسائل نقل وحمل سست اور کم تھے۔ آج تیز ترین ہوائی جہاز موجود ہیں۔ اگلے زمانے میں انسان کے ہاتھ میں کون سے ہتھیار تھے، وہی کہ جو دنیا کے میوزیم میں لوگوں کو دکھانے کے لئے الماریوں میں رکھے ہوئے ہیں۔ خصوصیت سے جب سے ایٹم بم انسان کے بس میں آیا ہے، اس وقت جنگ کی وجہ سے کوئی ایک حصہ زمین تباہ ہوتا تھا۔ اب پورے کرۂ ارض کو نیست ونابود کیا جاسکتا ہے۔ بڑی ہولناک بات یہ ہے کہ علم وصنعت میں انسان برابر ترقی کررہا ہے، وہاں اسلحہ سازی کے میدان میں بھی انسان کے قدم آگے بڑھ جاتے ہیں۔

پھر فضائی سفر کے سلسلے میں امریکہ اور روس کے درمیان جو دوڑ ہورہی ہے اس نے جنگ کی شکل کو اور زیادہ ہولناک بنادیا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ خوف وہراس کے تمام اسباب مل کر انسان کو تنہا اتنا نہیں ڈرا سکے جتنا موجودہ دور میں تنہا خطرۂ جنگ نے اسے خائف بنایا ہے۔ لطف یہ ہے کہ اس سے عوام اتنا ہراساں نہیں ہیں جتنا خواص، جاہل اتنا خائف نہیں ہیں، جتنا تعلیم یافتہ، غیر سائنسداں اتنا نہیں ڈرتے ہیں جتنا سائنسداں۔

جس کے معلومات جتنے وسیع اور عمیق ہیں اتنا ہی وہ جنگ سے زیادہ ڈرتا ہے۔

جب کہ علت اس دور میں زیادہ طاقت اور شدت سے موجود ہے تو اس کے معلول خدا پر ایمان کو بھی اتنی ہی زیادہ شدت سے موجود ہونا چاہئے، عوام سے زیادہ خواص کو خدا کا معتقد نظر آنا چاہئے، جاہلوں سے زیادہ تعلیم یافتہ، غیر سائنسداں طبقہ سے زیادہ سائنسدانوں کا ایمان پختہ اور راسخ ہونا چاہئے۔ کیا واقعتا ایسا ہی ہے؟ پھر یہ معلول کی علت سے جدائی کیسی؟

مذہب نے خوف نہیں گھٹایا

انسان کو انصاف کا دامن کبھی اور کسی کے مقابل نہیں چھوڑنا چاہئے۔ ہم مان لیتے ہیں کہ اس بات کا احتمال ہے کہ ابتدائی دور انسانیت میں خدا کا عقیدہ خوف کو کم کرنے کے لئے یا اس سے چھٹکارے کے واسطے ایک ملجا و ماویٰ کے طور پر تھا، لیکن اس دور میں انسان کے فہم وشعور کی سطح چونکہ پست تھی، اس خوف کا اصلی سرچشمہ انسان کی ناتوانی اور جہالت ہے۔ یقیناً ابتدائی انسان بہت ناتواں اور جاہل تھا اس کی موجودگی میں یہ احتمال بہت کمزور ہے کہ وجود خدا کے عقیدے نے خوف کو دور کردیا ہو۔ لطف کی بات یہ ہے کہ بالفرض اگر ایک طرف خدا پر ایمان نے نیچر کی ظالم طاقتوں سے انسان کے خوف کو کم کیا تو دوسری طرف دیوتاؤں کی ناراضگی کے خوف نے انسان کو زیادہ متوحش بھی بنادیا۔ نیچر کی طاقتیں تو صرف انسان کی دنیوی زندگی کی بربادی کا سبب بن سکتی ہیں، لیکن دیوتاؤں کا بگڑ جانا اس کی دنیا اور آخرت کو تباہ کرنے کا باعث بن سکتا ہے۔ یہی خدا کی ناراضگی کا خوف تھا جس نے مصر کے لوگوں کو مجبور کردیا تھا کہ دریائے نیل کے خدا کا غصہ فرو کرنے کی غرض سے وہ ہر سال ایک حسین وجمیل لڑکی اس کی موجوں کے سپرد کردیں۔

ہمارے نزدیک نہ سہی، لیکن برٹرنڈ رسل کے ارشاد کے مطابق خدا پر ایمان نے جنگ سے وحشت اور ہراس کو بھی کم نہیں کیا، بلکہ مذہب نے جنگ کی آگ کو اور بھڑکایا۔ تاریخ کے ابتدائی ادوار میں اکثر وبیشتر جنگیں مذہب کی وجہ سے ہوئی ہیں۔ اسی کو دلیل قرار دیتے ہوئے برٹرنڈ رسل نے فرمایا ہے۔ ''انسانی تاریخ میں مذہب کے عواقب ونتائج اکثر وبیشتر نقصان رساں نظر آتے ہیں''۔

جنسی خواھشوں سے ہراس

رسل نے خوف کا تیسرا سبب انسان کی شدید جنسی خواہشوں کو قرار دیا ہے جو اسے نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ ان کا ارشاد ہے کہ انسان اپنے مطلق العنان جنسی میلانات سے ڈرتا ہے۔ اسی خوف کی وجہ سے اس نے خدا کو مانا ہے۔

اس کے متعلق عرض ہے کہ انسان فطری طور سے اس کا محتاج ہے کہ جنسی میلانات کو اپنے قابو میں رکھے۔ اگر انہیں آزاد چھوڑ دے گا تو اس میں کوئی جسمانی یا نفسیاتی نقص پیدا ہوجائے گا۔ وہ کمزور ہوجائے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی خطرناک جسمانی بیماری میں مبتلا ہوجائے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے ذہن اور حافظہ پر اثر پڑے۔ ظاہر ہے کہ انسان فطرتاً نقائص سے متنفر ہے۔ وہ کمال پسند واقع ہوا ہے۔ یہی کمال پسندی کا جذبہ اسے ہوسرانی سے بچا سکتا ہے اور اس کا محرک ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی جنسی پیاس کو بجھانے کے لئے معقول حدود سے قدم آگے نہ بڑھائے۔

کمال دوستی کے اس فطری تقاضے کے علاوہ یقینا خدا کے حاضر وناظر کا عقیدہ، عالم آخرت کی جزا اور سزا کے تصورات بھی جنسی خواہشوں میں توازن واعتدال پیدا کرنے کا سبب ہیں۔ درحقیقت جنسی خواہشوں کے طغیان نے جس طرح کمال دوستی کا جذبہ نہیں پیدا کیا ہے، اسی طرح خدا کے وجود اور آخرت کی جزا وسزا کا عقیدہ بھی نہیں پیدا کیا ہے۔

یہ اطمینان ایمان کا نتیجہ ھے

جن لوگوں نے خوف کو یا زیادہ صحیح لفظوں میں کہا جائے کہ انسان کی ایمان طلبی کو مذہب کی پیدائش کا سبب قرار دیا ہے، انہوں نے نتیجہ اور فائدے کو علت کی جگہ رکھ دیا ہے۔ اطمینان

اور سکون ایک ایسی نفسیاتی حالت ہے جو انسان کو مذہب کا معتقد ہونے کے بعد نصیب ہوتی ہے۔ بے دینی اضطراب انگیز ہے اور دینداری امن وامان اور اطمینان کا سامان۔

اگر فلسفیانہ رخ سے دیکھا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسان کا اطمینان وسکون مذہب کی علت غائی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان کسی مذہب کا پابند اس لئے نہیں ہوتا ہے کہ اسے سکون قلب کی نعمت ملے، بلکہ معتقد ہونے کے بعد اس میں یہ فلسفانہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہا جائے کہ سچا مذہبی ہونے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس کا دل ساکن اور مطمئن ہو جاتا ہے۔ اس لئے علم الاجتماع اور علم النفس کے ماہرین اور تمام لوگوں نے مذہب اور دینی اعتقادات کی طرف افراد انسانی کو دعوت دی ہے جو اس خشک اور بے روح دنیا میں انہیں اضطراب، بے چینی اور درد دکھ سے نجات دینا چاہتے ہیں۔ یہ ایک دوسری بات ہے کہ مغربی دنیا کو جس اطمینان قلب کی خواہش ہے وہ اسے مسیحیت کی پیروی میں ملے گا یا نہیں؟ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مغرب کی اس اطمینان طلبی کا سرچشمہ خالص مادی تفکر اور دنیا پرستی ہے۔ بے شک مذہب انسان کو اطمینان دیتا ہے، لیکن نہ وہ اطمینان کہ جس کے سائے میں انسان بغیر کسی دغدغے کے اپنے مطلق العنان، سرکش جنسی میلانات کو زیادہ سے زیادہ پورا کرے اور اپنی بے روح، معنویت سے محروم زندگی کی گاڑی کو آگے بڑھائے۔

مذہب انسان کو اطمینان قلب اور سکون نفس دیتا ہے۔ لیکن ایسا سکون واطمینان جو ذمہ داری کے شدید احساس کے ساتھ ساتھ ہے ایسا اطمینان وسکون جس میں زندگی کے معنوی پہلو مادی گوشوں پر تفوق رکھتے ہیں، ایسا سکون واطمینان جس میں آزادی اور مطلق العنانی نہیں ہے بلکہ انسان کے کاندھوں پر مذہبی احکام کی تعمیل بوجھ ہے۔

کیا جنسی خواہش خدا پرستی کا سبب ہے؟

یقیناً تحقیق اور مطالعہ کرنے کے لئے انسان کے جسم کے علاوہ اس کے اندر دوسری چیزیں بھی موجود ہیں۔ انسان عظیم اور وسیع چیز ہے۔ وہ ظائف الاعضاء کے ماہرین، اطباء، اصول غذا، قانون تندرستی کے واقف کاروں، اقتصادیات کے علماء اور تمام ایسے علوم کے متخصصین کے اس قلم رو سے باہر ہے جس کا تعلق اس کے جسم سے ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ وہ شخص جو جسم انسانی کے کسی ایک پہلو کے لحاظ سے محقق اور ماہر ہونے کی بنا پر یہ تصور اور دعویٰ کرے کہ اس نے انسان کو پہچان لیا ہے اسے مغرور سمجھا جائے گا۔ انسان جسمانی کارگزاریوں کے علاوہ دوسری عظیم فعالیتوں کا مالک ہے جن کی تحقیق کرنے کے لئے دوسرے معیار درکار ہیں۔ ان کے واسطے ایسے آلات تحقیق ہونا چاہئیں جن کے ذریعہ انسان کا باطن دیکھا جا سکے۔ اس کی فطرت کا چہرہ سامنے آسکے۔ وجود انسانی کے اس پہلو کا دامن بہت پھیلا ہوا ہے، اس میں جسمانی کاموں کے بجائے دوسری چیزیں داخل ہیں، مثلاً تفکر، تعقل، تحفظ اور دوسرے نفسیاتی مظاہرات۔ انسان شناسی، یعنی انہی امور کا تجزیہ اور تحلیل۔

''فلسفہ عالی وہ ہے جس کا صحیح یا غلط یہ دعویٰ ہے کہ وہ ادراکات انسانی اور اس کے امتیازی نکات تک پہنچ گیا ہے۔ اس نے وجود انسانی کے ایسے رخوں کا انکشاف کر لیا ہے جن سے لوگ مانوس نہیں تھے۔ علم النفس نے بھی انسانی فطرت کے پہچاننے کے سلسلے میں قابل قدر قدم اٹھائے ہیں۔ اس نے بڑی طاقت فرسا کاوش کی ہے کہ وہ نفس انسانی کی فطرت کی بنیادوں کا پتہ چلا لے۔ اس نے اس عظیم کوشش میں وجود انسانی کے کچھ وسیع اور جدید نہاں خانوں کا پتہ چلایا ہے۔

انسان کے نفس اور باطن کے جائزوں کے ضمن میں کچھ ایسے پر اسرار پہلو خلاف امید ابھرے، جنہوں نے علم دوست لوگوں کی آنکھوں کو کھول دیا۔ بہت سی چیزیں جو بالکل تاریکی میں تھیں ان تک پہنچنے کے راستہ نظر آنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل علم کی توجہ کا وہی مرکز بن گئے۔ انہوں نے دوسرے

رخوں سے چشم پوشی کرلی۔انہیں پاکر علم النفس کے بعض ماہرین اس غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے کہ انسان کی معرفت ایک انتہائی مشکل معمے کی حیثیت رکھتی تھی۔اب مجھے اس کے حل کرنے کا گر معلوم ہوگیا ہے۔اب وقت آیا ہے کہ میں وجود انسانی کے اسرار ورموز کا قفل کھول دوں۔فرائیڈ کا شمار علم النفس کے ایسے ہی ماہرین میں سے ہے۔انہوں نے انسانی فطرت کا مطالعہ شروع کیا۔وہ اس کے ذریعہ کچھ خاص نتیجوں تک پہنچے۔انہوں نے ان کی روشنی میں چاہا کہ انسان کی کارگذاریوں کا تجزیہ کرڈالیں۔

فرائیڈ کا اصلی بنیادی اور امتیازی خیال ہے کہ انسان کے تمام میلانات، رجحانات، تصورات، خیالات، عقائد اور اعمال کا سرچشمہ اس کی جنسی خواہش ہے اصولاً ان کے نزدیک اخلاقی اقدار اور مذہبی تصورات کی پیدائش بھی اسی جنسی خواہش کے شکم سے ہوئی ہے۔غالباً نیچر کی بے رحم طاقتوں سے خوف کو مذہبی تصورات کا مبدأ انہوں نے اپنے قبل کے بعض مفکرین کی پیروی کرتے ہوئے قرار دیا ہے، ورنہ مذہب کی پیدائش کے سلسلے میں بھی وہ اپنے عمومی اور ہمہ گیر بنیادی نقطۂ نظر کے پابند ہیں۔

فرائیڈ کا کہنا ہے کہ بالکل ابتدائی زندگی کے دور میں ایسا ہوا کہ جنسی جذبات کے اشارے سے لڑکے اپنی ماں سے عاشقانہ محبت کرنے لگے۔اسے سن کر کان نہ کھڑے کیجیے کیونکہ ان کا خیال ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد پہلی مرتبہ اپنی ماں کے پستان جنسی تحریک سے اپنے منہ میں لیتا اور چوستا ہے۔

بہرحال لڑکوں نے اپنے مقصد کو پورا ہونے میں اپنے باپ کو رکاوٹ پایا۔اپنے راستے سے ہٹاتے ہوئے اسے قتل کرڈالا۔اس عظیم اور عبرت ناک حادثہ کا نفسیاتی ردعمل یہ ہوا کہ لڑکے اپنے کئے پر بعد میں سخت نادم وپشیمان ہوئے۔ان کے دلوں کی گہرائیوں میں یہی ندامت کا جذبہ تھا جس نے ان کے اندر پدر پرستی کا میلان پیدا کردیا۔اس طرح فرائیڈ کا خیال ہے کہ یہی جنسی خواہش مذہب کی طرف انسان کے رجحان کی ابتدائی شکل کا سبب ہے(۱)مذہبی عقائد کے اصلی محرک کا انکشاف کرنے کے بعد فرائیڈ نے اخلاق اور دینی احکام کا سرچشمہ معلوم کرنے کی خاطر اپنے تحقیقات کا سلسلہ آگے بڑھایا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ لڑکوں نے اپنی جنسی خواہش کے اشارے سے اپنے باپ کو تہہ تیغ تو کردیا، لیکن پھر ان میں سے ہر ایک نے چاہا کہ ماں پر وہ قبضہ کرلے۔یک انار وصد بیمار۔ان کے درمیان شدید رقابت پیدا ہوگئی۔وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوگئے۔ان کے بیچ میں نہایت خونریز کشمکش شروع ہوگئی۔اس سے عاجز ہوکر انہوں نے مجبوراً ایک باہمی قرارداد کے سامنے سرجھکادیا۔انہوں نے طے کیا کہ ماں اپنے تمام فرزندوں پر حرام ہے۔

یہیں سے رفتہ رفتہ دوسری قراردادیں وجود میں آئیں جن میں ماں کے علاوہ دوسری رشتہ دار عورتوں سے جنسی اختلاط کو حرام قرار دیا گیا، چونکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے جنسی جذبات کو سیر کرسکیں اس لئے انہوں نے طے کیا کہ وہ اس سلسلے میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔اسی تعاون کی قرارداد سے اخلاقی اور مذہبی اقدار وجود میں آئے۔مذہب، اخلاق اور دینی احکام کے وجود میں آنے کے سلسلے میں فرائیڈ کے خیالات کا یہ خلاصہ تھا جسے پیش کیا گیا۔اس نظریے میں بظاہر مختلف حیثیتوں سے کمزوریاں ہیں۔

(جاری)

غدیر

نبیؐ کب خُم میں خُطبہ پڑھ رہے ہیں
بحکمِ رب قصیدہ پڑھ رہے ہیں

ملائک وجد میں ہیں کیوں کہ احمدؐ
پسندیدہ ترانہ پڑھ رہے ہیں

سماعِ خطبہ سامع کو مبارک
مگر ہم آج لہجہ پڑھ رہے ہیں

مودّت ریز لہجے سے ہے ثابت
محبت کا صحیفہ پڑھ رہے ہیں

ندیؔ اشعار جتنے لکھ چکی ہے
انھیں اکثر اعزّا پڑھ رہے ہیں